باری علیگ بحیثیت مؤرخ

غلام شبیر

غلام باری علیگ (۱۹۰۷ء۔ ۱۹۴۹ء) کا شمار بیسویں صدی عیسوی کے نصف اول کے ممتاز مؤرخین میں ہوتا ہے۔ وہ ایک ہمہ جہت شخصیت تھے، ایک ہی وقت میں عالم، اعلیٰ درجے کے محقق، کامیاب مترجم، کئی کتابوں کے مصنف اور معروف صحافی تھے۔ وہ صرف ۴۳ سال کی عمر میں انتقال کر گئے۔ مگر اس مختصر عمر میں انہوں نے جو علمی سرمایہ چھوڑا وہ علمی، ادبی اور صحافتی حلقوں میں قابل رشک ہے۔ ان کی تحریروں سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ وہ بنیادی طور پر ایک مؤرخ تھے۔

تاریخی موضوعات پر لکھی ہوئی ان کی متعدد کتابیں ان کے گہرے تاریخی شعور کا بین ثبوت ہیں۔ انہوں نے اعلیٰ پائے کی تاریخ نویسی میں منفرد اور باوقار مقام بنایا۔ تاریخ سے انہیں والہانہ عشق تھا، اسی عشق نے تاریخ پر ان کی گرفت مضبوط کر دی تھی۔ انہوں نے اگرچہ شخصیات پر بھی قلم اٹھایا ہے تاہم بحیثیت مجموعی جائزہ لیا جائے تو شخصیات سے زیادہ ان کی دلچسپی تاریخی حقائق کو قلمبند کرنے میں دکھائی دیتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے تاریخی حقائق کو اپنی کتب کے علاوہ مختلف اخبارات میں مضامین لکھ کر اجاگر کیا ہے۔

باری علیگ نے مختلف اقوام اور انقلابات کی تاریخ مرتب کی ہے جس میں ان کی معروف کتاب ''انقلاب فرانس'' بہت نمایاں ہے۔ باری علیگ فطرتاً انقلاب پسند تھے اس لئے وہ انقلاب روس کے مداح اور انقلاب فرانس کے شیدائی تھے۔ تاریخ کے موضوع پر یہ ان کی اولین تصنیف ہے جو ان کی کئی سالہ تحقیق و جستجو کا حاصل ہے۔ اس میں زیادہ سے زیادہ قرین صحت معلومات مہیا کی گئی ہیں اور درست نتائج اخذ کئے گئے ہیں، وہ ایک جگہ لکھتے ہیں:

> فرانس دنیا کا مہذب اور ترقی یافتہ ملک تھا جہاں انسانی ذہنوں نے انتہائی جرأت کے ساتھ ہر مسئلے پر تنقید اور رائے زنی شروع کی۔ عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ انقلاب فرانس کا باعث اقتصادی بد حالی تھی۔ مگر جدید مورخین اس نظریہ سے اتفاق نہیں کرتے ان کے نزدیک فرانس کے باشندوں کی مالی حالت دوسرے ممالک کے باشندوں سے کسی طرح بُری نہ تھی[1]

غلام باری علیگ انقلاب فرانس کے اسباب میں ایک اہم وجہ آزادیٔ فکر کو بھی گردانتے ہیں اور انقلاب فرانس میں مفکرین کے کردار پر زور دیتے ہیں۔ بعض جگہ انہوں نے جذبات کی رنگ آمیزی سے بھی کام لیا ہے۔ یہ

کتاب تاریخ نویسی کے جملہ محاسن سے بھرپور ہے اور محققانہ تاریخ نویسی کی ایک خوبصورت اور عمدہ مثال ہے۔ غلام باری علیگ نے اس کتاب میں انقلاب فرانس کے تمام حالات وواقعات کو مکمل طور پر بیان نہیں کیا جس سے قاری تشنگی محسوس کرتا ہے اس لئے اس تالیف کو انقلاب فرانس کا خلاصہ قرار دیا جاسکتا ہے۔ موضوع کے اعتبار سے یہ ایک عمدہ کتاب ہے۔ اس کتاب کو پہلی مرتبہ اردو بکسٹال نے ۱۹۳۴ء میں شائع کیا اس میں کل ۱۱۰ صفحات ہیں، اس شمارہ میں عنوان، انتساب، مقدمہ، کتابیات اور عرض ناشر کے صفحات بھی شامل ہیں جبکہ ۱۱ صفحات پر مقدمہ اور چار صفحات مشہور واقعات پر مشتمل ہیں۔ فہرست ابواب عربی طرز پر کتاب کے آخر میں دی گئی ہے۔

''تاریخ کیا ہے'' غلام باری علیگ کی یہ دوسری کتاب علم دوستی اور وسیع مطالعہ کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ ادبیات کے علاوہ اس وقت کے سماج اور سیاست پر ان کی گہری نظر تھی۔ مذکورہ کتاب کے بارے میں غلام باری لکھتے ہیں:

> کئی صدیوں سے مورخ اور فلسفی اس بحث میں پڑے ہوئے ہیں کہ تاریخ کے وظائف کیا ہیں، ماضی کے مورخوں کی یہ کیفیت تھی کہ کوئی دو مورخ تاریخ کے مفہوم، تعریف اور وظیفہ پر متفق نہیں ہو سکے ایک مؤرخ جسے تاریخ کہتا دوسرا مؤرخ اسے تاریخ تسلیم کرنے سے انکار کر دیتا۔[۲]

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:۔

> تاریخ اور وقائع نگاری میں یہ فرق ہے کہ وقائع نگار حوادث کے اسباب ونتائج سے غافل ہوتا ہے۔ لیکن مؤرخ مخصوص عہد کے حوادث واثرات کو پیش کرتا ہے۔ مؤرخ جنگ کے اسباب ونتائج اور مجلسی ارتقاء پر اس کے اثرات بیان کرے گا۔ مؤرخ کے لئے ضروری نہیں کہ وہ وقائع نگار بھی ہو لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ وقائع نگار کی کتابوں سے استفادہ حاصل کئے بغیر مؤرخ اپنی کتاب مرتب نہیں کر سکتا۔[۳]

غلام باری علیگ نے حقائق تک رسائی حاصل کرنے کے لئے بنیادی ماخذ استعمال کیئے ہیں اور تحقیق سے مختلف غلطیوں اور غلط فہمیوں کو دور کر کے حقیقت حال سے روشناس کر دیا ہے۔ چند خامیوں کے باوجود یہ کتاب ایک اہم تاریخی تصنیف ہے جس میں تاریخ کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کیا گیا ہے اور تاریخ کے طالب علموں کو تاریخ کی ابتدائی معلومات فراہم کی گئی ہیں جبکہ اسلوب بھی انتہائی سادہ اور دلکش ہے۔ مشکل اور ناقابل فہم الفاظ کے استعمال سے اجتناب کیا گیا ہے۔ ''تاریخ کیا ہے؟'' تعداد اشاعت اور سن اشاعت درج نہیں ہے۔ کتاب کی ضخامت ۶۴ صفحات ہے کل ۹ ابواب ہیں۔ چوہدری برکت علی مالک مکتبہ اردو لاہور نے اسے شائع کیا۔ اس میں انتساب، مقدمہ

اور پیش لفظ نہیں دیا گیا۔

''کارل مارکس'' باری علیگ کی مشہور کتاب ہے۔ غلام باری نے اس کتاب میں اشتراکی فلسفے، کارل مارکس کے نظریات اور شخصیت کی عکاسی کی ہے جبکہ ''خیالی سوشلزم'' کیمونسٹ مینی فیسٹو' اور کارل مارکس کی مشہور و معروف کتاب ''سرمایہ'' پر بھی بحث کی گئی ہے۔ کتاب کے نام سے ظاہر ہے کہ یہ کارل مارکس کی شخصیت اور فلسفہ پر لکھی گئی ہے جبکہ درحقیقت اس کتاب میں مختلف النوع قسم کی معلومات کی بھرمار ہے مثلاً انسانی معاشرہ کے آغاز و ارتقاء سے متعلق لکھتے ہیں:

> اسرار قدرت سمجھنے کے لئے انسان کو تسخیر فطرت کے لئے جدوجہد کرنا پڑی اور اس جدوجہد کے لئے ابتدائی انسانوں نے مل جل کر رہنا شروع کیا۔ انسان کے اس باہمی میل ملاپ سے ابتدائی انسانی معاشرہ وجود میں آیا۔[۴]

اس کتاب میں بتایا گیا ہے کہ انسانی معاشرہ کے وجود میں آنے کے بعد انسان نے محنت کے جو ذرائع اور طریقے اختیار کیئے انہوں تاریخ کے ابتدائی دور میں مجلسی تعلقات کی بنیاد رکھی۔ لیکن انسانی سوسائٹی مختلف طبقوں میں تقسیم ہوگئی ان طبقوں کے مفادات ایک دوسرے سے مختلف تھے۔ ایک طبقہ کا مفاد دوسرے طبقے کا نقصان تھا۔ جاگیرداری کے بعد مشینوں کی ایجاد نے مزدور کی محنت کی اجرت کم کردی۔ ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

> سرمایہ دارانہ ذریعہ پیداوار کے مطابق مشینوں کے استعمال نے مشینی عہد کے مجلسی نظام کو تبدیل کر دیا۔ سرمایہ دارانہ ذریعہ پیداوار کا مقصد انسانی فلاح نہیں بلکہ نفع کمانا تھا۔ اس مقصد کے لئے انسان کو مشین کا غلام بنادیا گیا۔[۵]

مشینوں کی کثرت سے بہت بڑا صنعتی انقلاب رونما ہوا جس سے مختلف طبقوں میں باہمی ٹکراؤ شروع ہوگیا اور صنعتی انقلاب کے خلاف ایک تحریک شروع ہوگئی۔ بہت سے ایسے فلسفی پیدا ہوئے جنہوں نے انسانوں کو مشینوں کے اس دور کی مصیبت سے نجات دلانا چاہی۔ ایسے فلسفی خیالی سوشلسٹ کہلائے۔ غلام باری علیگ نے صنعتی انقلاب کے باقاعدہ اعداد و شمار کے ساتھ قاری کو اس کتاب میں مطلوبہ وظائف مہیا کیئے ہیں۔ جبکہ درآمدات، برآمدات کی وضاحت کے لئے نقشوں سے مدد لی گئی ہے۔ ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

> برطانوی، بحری تجارت کا قدرتی نتیجہ مالیاتی سرمایہ داری تھا اس کا اندازہ ذیل کے اعداد و شمار سے کیا جا سکتا ہے۔ ابتدا میں سکاٹ لینڈ بنک میں انگلیڈ کا سرمایہ ۱۳ لاکھ پونڈ تھا۔ جو ۱۶۹۷ء میں ۲۲ لاکھ پونڈ تک پہنچ گیا۔ بنک آف سکاٹ لینڈ کا کاروبار اس قدر عروج پر تھا کہ اس کے حصہ داروں کو ۲۰ فیصد

تک نفع ملا۔[6]

مذکورہ کتاب میں کئی ایک جگہ حوالہ کی کمی محسوس ہوتی ہے جس سے تحقیق کے معیار پر خوشگوار اثر نہیں پڑتا بلکہ بعض اوقات اعداد وشمار میں قطعیت کی بجائے قیاس اور مفروضہ کا پہلو دکھائی دیتا ہے۔ کتاب میں کہیں کہیں الفاظ اور تراکیب نامانوس اور بوجھل محسوس ہوتے ہیں۔ انداز بیان صحافیانہ ہے۔ کتاب کے آخر میں مشہور مفکر فریڈرک اینگلز کا تذکرہ بھی ہے جو کارل مارکس کا دست راست اور بہترین ساتھی تھا۔ اس کتاب میں مارکسزم پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ ''کارل مارکس'' نامی یہ کتاب پہلی بار ۱۹۴۱ء میں انڈین پرنٹنگ پریس کچہری روڈ لاہور باہتمام چوہدری نذیر احمد پرنٹر پبلشر چھپ کر مکتبہ اردو سرکلر روڈ لاہور سے کتابی سائز میں شائع ہوئی۔ ۱۹۴۳ء اور ۱۹۴۵ء میں بالترتیب اس کتاب کے دو اور ایڈیشن شائع ہوئے۔

''تاریخ کا مطالعہ'' تاریخ کالم کے سلسلے کی آخری کتاب ہے جو ان کی وفات کے آخری سال ۱۹۴۹ء میں شائع ہو کر منظر عام پر آئی، اس میں دنیائے عالم کی تاریخ کو سمیٹنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس کتاب میں غلام باری علیگ نے اپنی تاریخی بصیرت سے کام لے کر زمانہ ماقبل تاریخ کے حوادث اور واقعات کو دلچسپ پیرائے میں بیان کیا ہے۔ کتاب کی تیاری میں عمرانیات کا علم بھی استعمال کیا گیا ہے۔ بقول ڈاکٹر عبدالسلام خورشید:

> باری کو عمرانیات کے مطالعہ کا بڑا شوق تھا یہ علم نیا تھا۔ پنجاب یونیورسٹی میں اس کی تدریس ایک عرصے بعد شروع ہوئی۔ اپنی کتاب ''تاریخ کا مطالعہ'' میں باری علیگ نے اس علم کو بڑی چابکدستی سے استعمال کیا۔[7]

''تاریخ کا مطالعہ'' میں مصر۔ چین، جاپان، یونان، ایران، ہندوستان، روم وغیرہ کی تہذیبوں، شہنشاہوں کے عروج وزوال اور دوسرے کئی ایک موضوعات کا احاطہ کیا گیا ہے۔

غلام باری علیگ کتاب ہذا کو تین جلدوں میں پیش کرنا چاہتے تھے لیکن زندگی میں صرف ایک ہی جلد منظر عام پر آسکی، باقی جلدیں وفات کی وجہ سے نامکمل رہ گئیں۔ کتاب عام فہم بنانے کے لئے سادہ زبان اور چھوٹے چھوٹے جملے استعمال کئے گئے ہیں گویا ارفع خیالات کا اظہار سلیس اور عام فہم زبان میں کیا گیا ہے۔ بقول ڈاکٹر عبدالسلام خورشید:

> تاریخ کا مطالعہ'' لکھی تو انداز بیان میں ایک ٹھہراؤ آچکا تھا اور سوچ میں ٹھوس پن اور گہرائی پیدا ہو چکی تھی۔[8]

مذکورہ کتاب شائع ہوتے ہی علمی وادبی حلقوں میں امتیازی حیثیت حاصل کر گئی۔ اس دور کے اخبارات

رسائل وجرائد نے اس پر تبصرے شائع کیئے۔اے حمید اپنی کتاب ''یادوں کے گلاب'' میں رقم طراز ہیں:

کتاب کے پہلے صفحہ پر لکھا ہوا یہ جملہ پڑھا :

تاریخ ہمیں بہت کچھ بتاتی ہے ہم اس سے سبق کیوں نہیں لیتے۔فرعون کے مصر، ساسانیوں کے ایران، عرب کے جہاز رانوں اور دجلہ وفرات کو چھوڑ کر گوتم بدھ کا باب پڑھا جسے پڑھتے ہوئے باری علیگ کے صاحب علم وصاحب تاریخ ہونے کا گمان گزرا۔[9]

اے حمید کہتے ہیں کہ باری علیگ ایک جزیرہ نہیں براعظم ہیں۔اس براعظم کا انکشاف مجھ پر باری علیگ کے نوشیرواں اور خسرو پرویز کے بارے میں لکھے ہوئے ان الفاظ پر ہوا:

خسرو پرویز جہاں میدان جنگ میں ایک بہادر سپاہی تھا وہاں شراب وشباب کی محفلوں میں رند بلا نوش بھی تھا۔دجلہ میں گرنے والے قرہ سوئے کنارے ناچ گانے کی محفل بجی ہوئی تھی، خسرو پرویز اپنی شاہانہ شان وشوکت کے مزے لوٹ رہا تھا کہ ایک ایرانی امیر نے عربی زبان میں لکھے ہوئے ایک خط کو خسرو پرویز کی طرف بڑھایا۔مغرور اور بدست خسرو نے خط کے پرزے پرزے کر کے دریا میں پھینک دیا ... ایرانی سلطنت کے بھی اسی طرح پرزے اُڑنے والے ہیں۔[10]

''تاریخ کا مطالعہ'' غلام باری علیگ کی علم تاریخ میں گہری بصیرت کا بین ثبوت ہے، اس میں تاریخ کی گم گشتہ کڑیوں کو سلسلہ وار ملانے کی شعوری کوشش کی گئی ہے۔باری نے حقائق ومعلومات کو سائنسی زاویہ نگاہ سے دیکھا ہے۔انھوں نے تاریخ کے وسیع مطالعہ سے جو سبق حاصل کیا ہے اسے کتاب میں مختلف پیرایوں میں بیان کر دیا ہے۔

غلام باری علیگ کی مذکورہ کتاب ۱۹۴۹ء میں چوہدری برکت علی مہتمم مکتبہ اردو لاہور (شعبہ طباعت مکتبہ جدید) کے اہتمام سے کواپریٹو کیپٹل پرنٹنگ پریس لاہور سے چھپوا کر شائع کی گئی۔اس کتاب کی ضخامت ۲۶۰ صفحات اور تعداد اشاعت دو ہزار ہے۔پیش لفظ، عنوان مندرجات کے آٹھ صفحات ہیں۔انتساب نہیں دیا گیا ۲۷ ابواب پر مشتمل کتاب ہے جو خط نستعلیق میں لکھی گئی ہے۔

باری علیگ نے ہندوستان کی کوئی باقاعدہ تاریخ تو تفصیلی انداز میں رقم نہیں کی لیکن اکثر تاریخی تصانیف میں برصغیر پاک وہند کی تاریخ کے مختلف ادوار اور تحریکوں پر روشنی ڈالی ہے۔سلطنت غزنویہ، افغانستان، چنگیز خان، اسکندر اعظم، اشتراکیت، انقلاب فرانس اور معروف شخصیات کے بارے میں لکھا ہے۔''کمپنی کی حکومت'' میں غلام باری علیگ ایسٹ انڈیا کمپنی کی چیرہ دستیوں اور ناپاک ومذموم مقاصد کا پردہ چاک کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ایسٹ انڈیا کمپنی کی تاریخ میں کمپنی بہادر کے نام سے موسوم ہے۔برٹش ایمپائر کا تسلط قائم کرنے کے

لئے ابتداً جس نے ہندوستان کے ساحلی علاقوں میں تجارتی کوٹھیاں قائم کیں اور پھر اپنی ڈپلومیسی سے پورے برصغیر پر کہیں بزور شمشیر اور کہیں حسن تدبیر سے خیبر سے راس کماری تک یونین جیک لہرا دیا[۱۱]۔

کتاب میں غلام باری علیگ نے انگریز سرکار کے خلاف اپنے جذبات کا کھل کر اظہار کرنے کے ساتھ ساتھ حقائق کی صحت کا بھی خیال رکھا ہے۔ تنگ نظری اور تعصب سے ماورا ہو کر توازن، سنجیدگی اور دیانت سے واقعات کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ڈلہوزی کے عہد حکومت میں ہندوستان میں پہلی مرتبہ ریل گاڑی چلائی گئی۔ ٹیلی گراف کا سلسلہ بھی پہلی مرتبہ جاری کیا گیا۔ کمپنی کی تاریخ میں پہلی مرتبہ حکومت ہند سے رفاہ عامہ کا محکمہ متعارف کروایا۔ اس محکمہ نے ''جرنیلی سڑک'' کی مرمت کرائی اور نہر گنگا کھدوائی، ہندوستان کے طول وعرض کے لئے دو پیسے کی ٹکٹ کی سروس جاری کی گئی۔ انگریز سرکار نے ۱۸۴۵ء میں ہندوستان میں باقاعدہ طور پر یونیورسٹیوں کے قیام کی سفارش کی تھی۔[۱۲]

باری علیگ نے اس کتاب میں انگریزوں پر بلا خوف تنقید کرتے ہوئے انگریز سرکار کی لوٹ کھسوٹ کا بھی تفصیلی ذکر کیا ہے، ایک جگہ لکھتے ہیں:

کمپنی نے ہر نواب کی مسند نشینی کو اپنے لئے حصول زر کا ذریعہ بنایا۔ ایک نواب کے خزانے پر ہاتھ صاف کرنے کے بعد اسے مسند سے صرف اس لئے علیحدہ کر دیا جاتا تھا کیونکہ اس کے دامن زر سے مزید قطرات نچوڑے نہیں جا سکتے[۱۳]

''کمپنی کی حکومت'' اگرچہ تاریخ نویسی کے روائتی انداز میں مرتب کی گئی ہے مگر پھر بھی اس کی انفرادیت مسلمہ ہے۔ باری علیگ نے اپنے وسیع وعمیق علم اور عقاب صفت دوربین نگاہوں سے کمپنی کی حکومت کے مکروہ عزائم کی پرتیں اتار کر انکی اصلی اور حقیقی تصویر کو تمام تر اچھائیوں اور برائیوں کے ساتھ نمایاں کیا ہے۔ ان کی یہ حقیقت نگاری قاری کے قلب و ذہن پر اپنی دائمی چھاپ چھوڑ جاتی ہے۔ یہ باری علیگ کی سب سے ضخیم کتاب ہے جو ۴۴۴ صفحات پر مشتمل ہے۔ پیش لفظ، دیباچہ، فہرست، انتساب اور دو ضمیمہ جات کے ۲۸ صفحات بھی شامل ہیں۔ پہلے ضمیمے کا عنوان اخبار اور کتابیں ہیں جبکہ دوسرے ضمیمہ کا عنوان تختیاں ہے جس میں بابر سے بہادر شاہ ظفر تک تمام بادشاہوں کے نام اور ان کی معیاد شہنشاہیت کے متعلق لکھا گیا ہے۔ پہلا ایڈیشن ۱۹۳۷ء، دوسرا ۱۹۴۰ء، تیسرا ۱۹۴۴ء اور چوتھا ۱۹۶۹ء کو نیا ادارہ لاہور نے شائع کیا۔

''مشین اور مزدور'' اس کتاب میں غلام باری علیگ نے تاریخ نویسی کے جملہ محاسن سے متعلق واقعات نہایت خوبصورت انداز میں پس منظر کے ساتھ بیان کیئے ہیں مثلاً ہندوستان میں مزدور تحریک کی ابتداء کے بارے میں لکھتے ہیں:

ہندوستان میں مزدور تحریک اس وقت شروع ہوئی جب انیسویں صدی کی آخری چوتھائی میں ہندستان میں نئی قسم کے کارخانے قائم کیئے گئے ان کارخانوں میں جہاں دیسی سرمایہ داروں نے جنم لیا وہاں ان کارخانوں نے مزدور تحریک کو بھی پیدا کیا۔[14]

مذکورہ کتاب کے پہلے ایڈیشن میں ۱۹۴۱ء تک کی مزدور تحریکوں کا جائزہ لیا گیا ہے۔ جبکہ دوسرے ایڈیشن میں جو ۱۹۴۶ء میں شائع ہوا، ۱۹۴۶ء تک کی مزدور تحریک کا تذکرہ بھی شامل ہے۔ کتاب مختصر ہے تاہم اختصار کے باوجود قاری کو معلومات کی تشنگی کا احساس نہیں ہوتا۔ غلام باری علیگ نے ''مشین اور مزدور'' کتاب میں مزدور تحریک کے روشن اور تابناک پہلوؤں کے ساتھ خامیوں کی طرف بھی توجہ دلائی ہے۔ یہ کتاب سوشلسٹ نظریات وافکار کے زیر اثر لکھی گئی ہے۔ اس کتاب کو اہم تاریخی تصانیف میں شمار کیا جا سکتا ہے۔ یہ کتاب پہلی مرتبہ چوہدری نذیر احمد مکتبہ اردو لاہور کے مرکنٹائل پریس سے چھپ کر ۱۹۴۱ء میں منظر عام پر آئی۔ کتاب کا دوسرا ایڈیشن ۱۹۴۶ء میں شائع ہوا۔ یہ کتاب سات ابواب اور ۱۱۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ جس میں مندرجات، عنوان، پیش لفظ کے آٹھ صفحات بھی شامل ہیں۔ انتساب نہیں دیا گیا، کتابت عمدہ ہے، طباعت پر توجہ نہیں دی گئی، مجلد ہونے کی بجائے پیپر بیک کی صورت میں ہے۔

''تاریخ اسلام'' یہ کتاب سید امیر علی کی کتاب "History of the Sarasens" کا ترجمہ ہے۔ غلام باری علیگ نے اس کتاب میں حضور نبی کریم ﷺ، خلافت راشدہ، بنو امیہ، بنو عباس اور سلاطین دہلی کے عہد کو موضوع بنایا ہے۔

غلام باری علیگ تاریخ عالم پر ایک بہت بڑی کتاب ترتیب دینا چاہتے تھے جس کے لئے انھوں نے دن رات ایک کر کے خاصا مواد بھی جمع کیا مگر موت کی وجہ سے ان کا یہ منصوبہ پایۂ تکمیل کو نہ پہنچ سکا۔ اس بارے میں شعبہ ابلاغیات جامعہ پنجاب کے چیئر مین ڈاکٹر شفیق جالندھری لکھتے ہیں:

وہ عالمی تاریخ وتہذیب کے موضوع پر ایک معرکۃ الآراء کتاب تصنیف کرنے میں مصروف تھے لیکن افسوس قضاء نے انھیں یہ عظیم تحقیق مکمل کرنے کی مہلت نہ دی۔[15]

کتاب کا مسودہ زمانے کی دست برد سے محفوظ رہا، ان کی وفات کے ۲۱ سال بعد ''اسلامی تاریخ وتہذیب''

کے عنوان سے یہ کتاب منظر عام پر آئی۔

تاریخ اسلام ۵۶ ابواب پر مشتمل ہے۔ کل ۴۰۶ صفحات پر مشتمل یہ کتاب ۱۹۷۰ء میں آئینہ ادب چوک مینار انارکلی لاہور نے نقوش پریس سے طبع کروا کر شائع کی، کتابت وطباعت عمدہ ہے۔ غلام باری علیگ نے محمد عربی ﷺ کے عنوان سے بھی ایک کتاب لکھی جو آنحضور ﷺ کی حیات مبارکہ سے متعلق ہے۔

''اسلامی تاریخ وتہذیب'' اس کتاب کے باب اول میں اسلام سے قبل عرب کے حالات بیان کیئے گئے ہیں۔ دوسرے باب میں آنحضور ﷺ کے اجداد کا ذکر ہے۔ تیسرے باب میں حضور ﷺ کی ولادت سے وفات تک کے حالات کا بیان ہے۔ بقیہ ابواب میں خلافت راشدہ، بنوامیہ، بنوعباس کے ادوار کے بارے میں روشنی ڈالی گئی ہے۔ کتاب کو تاریخی اسلوب کے تحت مرتب نہیں کیا گیا اور جگہ جگہ موضوعات کا تعلق بے ربط سا نظر آتا ہے۔ غلام باری علیگ کی اچانک وفات کی وجہ سے یہ کتاب لاثانی شاہکار نہ بن سکی۔ ان کے مؤلف نے ان کے اس مسودہ کو کتاب کی ترتیب دے کر شائع کرادیا۔ مواد کی کمی کے باعث ربط قائم نہ رہ سکا جس کا ذکر خود مؤلف نے حرف آغاز میں کیا ہے۔

''تاریخ اسلام'' میں ان کی تصانیف کا تذکرہ کرتے ہوئے ڈاکٹر مسکین علی حجازی لکھتے ہیں:

> باری علیگ کی تصانیف ''محمد عربی ﷺ''، ''اسلامی تاریخ وتہذیب''، ان کی وسعت مطالعہ، تاریخ فہمی اور وسیع النظری کا شاہکار ہیں۔ ''اسلامی تاریخ وتہذیب'' میں انہوں نے منطق واستدلال سے ثابت کیا ہے کہ جو تہذیب نوع انسانی کے لئے حقیقتاً رحمت ثابت ہوئی وہ اسلامی تہذیب تھی۔ [16]

مختصر تالیف ہونے کے باوجود یہ کتاب قاری کو اسلامی ثقافت ودین کے بنیادی مباحث سے کسی حد تک روشناس کرادیتی ہے۔ اختلافی باتوں سے گریز کرتے ہوئے مصنف نے دلیل منطق اور استدلال سے اسلام کی حقانیت اور اس کے محاسن کو واضح کیا ہے۔ اسلام کی عظمت بیان کرتے ہوئے باری علیگ ایک جگہ لکھتے ہیں:

> اسلام تاریخ عالم کا ایک حیرت انگیز اور اہم ترین باب ہے۔ اسلام نے نہ صرف عربوں کی کایا پلٹ دی بلکہ اس نے نوع انسانی پر بہت بڑا احسان کیا۔ اسلام نے عوام کو ذہنی اور اخلاقی پستیوں سے نکال کر تہذیب وتمدن کی وسعتوں تک پہنچایا اور نئے سماجی اور ذہنی نظام کی بنیاد رکھی۔ فرسودہ خیالی، توہم پرستی اور پست ہمتی اور اندھی پوجا کو موت کی گہری نیند سلادیا۔ اسلام ایک نیا اجتماعی فلسفہ تھا جس نے انسانی خیالات میں ایک بہت بڑا انقلاب برپا کردیا۔ [17]

غلام باری علیگ نے اس کتاب میں سادہ اور عام فہم انداز میں اسلام کی روح کو اجاگر کرتے ہوئے اس کی برتری کو نمایاں کیا ہے۔ اس کتاب میں بنوامیہ اور بنوعباس کے زوال کے اسباب پر روشنی ڈالنے کے ساتھ ساتھ ان

کے علمی وادبی کارناموں کو بھی بیان کیا ہے۔اس کتاب کے آخری باب میں سلاطین دہلی کا مختصر تذکرہ بھی ہے۔کتاب کے ذریعے تاریخ سے عبرت اور بصیرت حاصل کرنے پر زور دیا گیا ہے۔

غلام باری علیگ کو شدت سے احساس تھا کہ خود غرضوں اور موقع پرستوں نے اسلام کے نام پر بہت سی معاشی اور معاشرتی ناانصافیوں کو جائز قرار دے دیا ہے۔غلام باری علیگ کی وفات کے ۲۱ سال بعد ان کے داماد پروفیسر ڈاکٹر مسکین علی حجازی نے اس کتاب کی اشاعت کی۔ ناشر لیاقت علی مکتبہ تخلیقات اکرم آرکیڈ ۲۹ ٹیمپل روڈ صفاں والا چوک لاہور نے ۱۹۹۲ء میں اسکا دوسرا ایڈیشن شائع کیا۔کتاب کے کل ۱۵۴ صفحات پندرہ ابواب پر مشتمل ہیں جن میں کتاب کے فہرست ابواب، حرف آغاز اور دیباچہ کے دس صفحات بھی شامل ہیں۔

''تاریخی مضامین'' غلام باری علیگ کی مطبوعہ علمی وادبی تصانیف کے علاوہ ان کے دیگر تاریخی مضامین اس دور کے مختلف کثیر الاشاعت اخبارات، رسائل وجرائد کے صفحات پر بکھرے نظر آتے ہیں۔موضوع اور مواد کے اعتبار سے ان کی تاریخی اور تحقیقی اہمیت آج بھی مسلمہ ہے۔مضامین میں حقائق کا غیر جذباتی مگر مدلل انداز میں تجزیہ ان کی وقعت اور قدر و قیمت میں اضافہ کرتا ہے۔وہ ان تمام اخبارات، رسائل وجرائد میں شائع شدہ تاریخی مضامین کو یکجا کر کے ایک ضخیم کتاب کی صورت دینا چاہتے تھے مگر اچانک موت آجانے سے یہ منصوبہ ادھورا رہ گیا۔ان کے علم وفن سے متعلق سعدیہ حجازی لکھتی ہیں:

> باری علیگ نے ۱۹ سال تک اپنے قلم سے علم وادب کی آبیاری کی اور اس کے دامن میں ایسے انمٹ نقوش چھوڑے جن سے علم وادب کا یہ گلشن صدیوں تک مہکتا رہے گا۔مختصر اور دقیق معلومات اختصار وجامعیت اور موثر اسلوب ان کے مضامین کا امتیازی وصف ہے۔ جو وقتاً فوقتاً روزنامہ ''زمیندار'' (لاہور)، ''احسان'' (لاہور)، ''شہباز'' (لاہور)، ''پاسبان'' (لاہور)، ''نیشنل کانگریس'' (لاہور)، ''مساوات'' (امرتسر)، ''مجاہد برما'' (برما)، ''شیر رنگون'' (برما) اور ہفت روزہ ''ادب لطیف'' (لاہور)، ''ہمارا پنجاب'' (لاہور)، ''پنچائیت'' (لاہور)، ''قیادت'' (لاہور) اور دیگر معروف اخبارات، رسائل وجرائد میں شائع ہوتے رہے۔[۱۸]

غلام بارعلیگ نے تہذیب وتمدن، تاریخ وتہذیب، سائنس کیا کہتی ہے کے عنوانات کے تحت مذکورہ بالا اخبارات میں بہت سے مضامین تحریر کیئے۔ان تمام مضامین کے آغاز سے پہلے ان کی یہ تحریر لکھی ہوئی نظر آتی ہے:

> آپ بھی بہت کچھ کہتے اور سنتے ہیں آپ دوسروں کی کہی ہوئی بعض باتوں کو مانتے ہیں اور دوسرے لوگ آپ کی کہی ہوئی کئی ایک باتوں کو نہیں مانتے، آپ جو کچھ مانتے ہیں اسے شوق سے مانیں سنیں

اور غور کریں۔[19]

غلام باری علیگ نے اخبارات، رسائل و جرائد میں ''بھولی ہوئی باتوں'' اور ''پنجاب کی تاریخ'' کے عنوانات کے تحت بھی مضامین لکھے ہیں۔ ڈاکٹر عبدالسلام ''یادرفتگاں'' کے عنوان سے روزنامہ ''مشرق'' لاہور میں شائع شدہ اخباری مضمون میں ایک جگہ لکھتے ہیں:

باری کی زندگی کا ایک پہلو یہ تھا کہ اسے پنجاب کی دھرتی سے پیار تھا۔ اسے اور اس کے رفقاء کار دوستوں کو پنجابی زبان کو فروغ دینے کا جنون سوار تھا۔[20]

باری علیگ پنجاب کی سرزمین کی ایک جامع تاریخ بھی مرتب کرنا چاہتے تھے۔ ڈاکٹر عاشق حسین بٹالوی اپنی کتاب ''چند یادیں چند تاثرات'' میں ایک جگہ رقم طراز ہیں:

مجھے یاد نہیں کہ اس طویل عرصے میں میرے اور باری علیگ کے درمیان علمی، ادبی، سیاسی اور تاریخی مسائل کے علاوہ کسی اور موضوع پر بھی گفتگو ہوئی ہو۔ تاریخ ہمارا محبوب مضمون تھا۔ ہمارا ارادہ تھا کہ پنجاب کی ایک جامع تاریخ مرتب کی جائے۔ مواد بھی مل گیا تھا لیکن زندگی کی مشکلات نے اس کام کی مہلت نہ دی۔[21]

باری علیگ کے تاریخی مضامین میں اہم تاریخی واقعات کے علاوہ مشہور شخصیات کے احوال و افکار بھی شامل ہیں۔ جن میں کارل مارکس، لینن، فریڈرک اینگلز، ہیگل، حالی، اقبال، ابن خلدون، مانٹیگو، روسو، والٹیئر اور نپولین وغیرہ شامل ہیں۔ یہ سوانحی مرقعے تاریخی معلومات اور انداز کے حوالہ سے امتیازی حیثیت کے حامل ہونے کے باوجود بہت مختصر ہیں۔ ان مضامین میں شخصیات کی خوبیوں اور خامیوں کو اجاگر کرنے کے ساتھ ساتھ مکمل غیر جانبداری سے تحقیقی اور تنقیدی انداز میں جائزہ لیا گیا ہے۔

باری علیگ کے بعض اداریوں کو بھی تاریخی اہمیت حاصل ہے جبکہ بعض مضامین دیگر زبانوں سے ترجمہ کر کے انتہائی سادہ اور آسان زبان میں لکھ کر قارئین کی نظر کیئے گئے۔

باری علیگ کے بعض کی تاریخی تصانیف اور مضامین کے مفصل جائزے سے حسب ذیل نتائج اخذ کیئے جا سکتے ہیں۔

- ☆ باری علیگ کی تاریخی نویسی غیر جانبدارانہ اور محققانہ ہے۔ بعض جگہ جذباتی وابستگی کے باوجود تصویر کے دونوں رخ پیش کیئے گئے ہیں۔
- ☆ وہ تاریخی واقعات کو بین الاقوامی معاشی تحریکوں کے تناظر میں جانچنے اور پرکھنے کے بعد اپنے عہد کے حالات کے ساتھ ان کا تقابلی جائزہ لیتے ہیں۔

☆ ملک کی درسگاہوں میں پڑھائی جانے والی تاریخ کی وہ کتابیں جو مختلف فرقوں اور جماعتوں میں نفرت پیدا کرتی ہیں انہیں اس طریقے سے ترتیب دینے کی ضرورت پر زور دیتے ہیں جس سے طلباء میں تاریخ سے نفرت کی بجائے محبت پیدا ہو۔

☆ تاریخ کے مطالعہ کو زندگی کے مختلف شعبوں میں ترقی کی بنیاد گردانتے ہیں۔

☆ تاریخی واقعات میں پائے جانے والے ابہام پیچیدگیوں اور سقم کو دور کرتے نظر آتے ہیں۔

☆ وہ ہر خطے کے قدیم آثار، قدیم شہروں اور قدیم رسوم ورواج کا گہرائی سے مطالعہ کرتے ہوئے مختلف علاقوں پر تاریخ کے عمومی اثرات کا جائزہ لے کر اس کے اسباب ونتائج کو بھی بیان کرتے نظر آتے ہیں۔

☆ ماضی کے مردہ واقعات، ان کے اسباب ومحرکات اور پس منظر کو بھی واضح کرتے ہیں تا کہ پڑھنے والے کو کسی قسم کی تشنگی کا احساس نہ ہو۔

☆ ہر واقعہ کے بیان کے وقت واقعہ کا منطقی اور استدلالی انداز میں تجزیہ کرتے ہوئے اس بات کا خیال رکھتے ہیں کہ تحریر افسانوی رنگ نہ اختیار کرے۔

☆ باری علیگ نہ تو اتنے اختصار سے کام لیتے ہیں کہ مفہوم واضح نہ ہو اور نہ ہی اتنی طوالت سے کہ پڑھنے والا تحریر کی بھول بھلیوں میں گم ہو جائے۔ وہ انتہائی سادہ اور آسان زبان استعمال کرتے ہیں۔

☆ بعض روایات کو کسی سند کے بغیر پیش کرتے ہیں جس سے بحثییت مؤرخ ان کی تساہل پسندی کا گمان ہوتا ہے۔

☆ باری علیگ کی تحریروں میں تکرار کا عنصر بھی پایا جاتا ہے۔ اس سلسلہ میں ''کارل مارکس''، ''کمپنی کی حکومت''، ''انقلاب فرانس''، ''مشین اور مزدور'' اور ''جرم وسزا'' کو بطور حوالہ پیش کیا جا سکتا ہے۔

باری علیگ کی تاریخی تحریروں کے تجزیہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ چند خامیوں کے باوجود مؤرخین کی صف میں ان کا مقام بلند ہے۔

حوالہ جات

۱۔ غلام باری علیگ، انقلاب فرانس، اردو بکسٹال، لاہور، ۱۹۳۴ء، ۲۰۔

۲۔ ایضاً، تاریخ کیا ہے، لاہور، مکتبہ اردو واستقلال پریس، ۱۹۳۵ء، ۱۰۔

۳۔ ایضاً، ۲۱۔

۴۔ ایضاً، کارل مارکس، لاہور، مکتبہ اردو، سرکلر روڈ، ۱۹۴۱ء، ۸۔

۵۔ ایضاً، ۲۰۔

۶۔ ایضاً، دوسرا ایڈیشن، ۱۹۴۳ء، ۷۲۔

۷۔ ایضاً، تاریخ کا مطالعہ، لاہور، مکتبہ اردو کوآپریٹو پرنٹنگ پریس، ۱۹۴۹ء، ۳۱۔

۸۔ ڈاکٹر عبدالسلام خورشید، وے صورتیں الہیٰ، لاہور، قومی کتب خانہ، ۱۹۷۶ء، ۷۴۔

۹۔ اے حمید، یادوں کے گلاب، لاہور، مکتبہ عالیہ، ۱۹۸۸ء، ۳۱۴۔

۱۰۔ ایضاً، ۳۱۵۔

۱۱۔ غلام باری علیگ، کمپنی کی حکومت، لاہور، نیا ادارہ، سرکلر روڈ، ۱۹۳۷ء، ۱۸۔

۱۲۔ ایضاً، اشاعت دوم، ۱۹۴۰ء، ۹۹۔

۱۳۔ ایضاً، اشاعت سوم، ۱۹۴۴ء، ۳۴۳۔

۱۴۔ ایضاً، مشین اور مزدور، لاہور، مرکنٹائل پریس، ۱۹۴۱ء، ۷۰۔

۱۵۔ ڈاکٹر شفیق جالندھری، باری علیگ ایک عہد ساز شخصیت، روزنامہ وفاق، لائل پور، ۱۰ دسمبر، ۱۹۷۵ء۔

۱۶۔ مسکین علی حجازی، خیابان صحافت، لاہور، سنگ میل پبلیکیشنز، ۱۹۹۳ء، ۴۰۔

۱۷۔ غلام باری علیگ، اسلامی تاریخ وتہذیب، لاہور، مطبوعہ تخلیقات، اکرم آرکیڈ، ۱۹۹۲ء، ۲۳۔

۱۸۔ سعدیہ حجازی، باری علیگ بحیثیت صحافی، غیر مطبوعہ مقالہ برائے ایم اے، شعبہ ابلاغیات، پنجاب یونیورسٹی، لاہور، ۱۹۹۶ء، ۳۰۔

۱۹۔ غلام باری علیگ ہفت روزہ پنچائیت، تاریخ کیا ہے، ۷ جنوری ۱۹۴۳ء۔

۲۰۔ عبدالسلام خورشید، روزنامہ مشرق، لاہور، یادرفتگاں، ۱۰ دسمبر ۱۹۶۴ء۔

۲۱۔ ڈاکٹر عاشق حسین بٹالوی، چند یادیں چند تاثرات، لاہور، سنگ میل پبلیکیشنز، ۱۹۸۴ء، ۵۳۔